ثبوت حاضر ہیں

محمد عمر فاروق

میرے گزشتہ کالم "تحریک تحفظ ختم نبوت اور دینی جماعتوں کی ذمہ داری" کے ردِ عمل میں ۲۵، ستمبر کو "ایڈیٹر کی ڈاک" میں خواجہ ظہور احمد قادیانی کا مراسلہ شائع ہوا۔ مراسلہ نگار نے راقم الحروف کے متعلق مراسلے میں لکھا ہے کہ "انہوں نے روایتی الزام لگاتے ہوئے جماعت احمدیہ کو انگریز کا لگایا ہوا پودا قرار دیا۔ انہوں نے الزام تو لگائے ہیں۔ مگر ان الزامات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ انگریز نے کب اور کس طرح یہ پودا لگایا۔ کوئی ایک ہی ثبوت پیش کرتے"۔

یہ حقائق تو روز روشن کی طرح الم نشرح ہیں کہ قادیانیت، سامراجیت اور صیہونیت ایک ایسی مثلث ہے کہ جس نے اپنے قیام کے روز اوّل ہی سے ملت اسلامیہ کو مٹانے کے لئے گھناؤنی سازشوں کے جال بچھائے۔ قادیانیت و سامراجیت کا گٹھ جوڑ اب اتنا واضح ہو چکا ہے کہ کسی حوالے و سند دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور اس پر کالم کی تنگ دامنی، یہ موضوع تو اتنا وسیع ہے کہ کئی کتابوں کا متقاضی ہے۔ چہ جائیکہ چند سطور کا یہ کالم!

"قصرِ خلافت" کے پردہ نشیں اگر اسی پر مصر ہیں کہ ثبوت پیش کیے جائیں تو لیجیے ثبوت حاضر ہیں۔

قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے سب سے پہلے اپنے خاندان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کی تاریخ "رئیسانِ پنجاب" میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں...... پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی غلام قادر خدمت سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ (کتاب البریہ صفحہ ۳، ۴، ۵، اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۳، صفحہ ۴، ۵، ۶ مصنف مرزا غلام قادیانی) مرزا قادیانی اپنے بارے میں بتاتے ہیں کہ:

"پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں، ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی

ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں...... پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظِ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدتِ دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں، کوئی نظیر ہے" (کتاب البریہ صفحہ ۵ تا ۸)۔

مرزا قادیانی نے اپنی تحریری خدمات بحضور سرکار انگریزی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی سرکار کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں"۔ (تریاق القلوب صفحہ ۲۷، ۲۸)

حسبِ ذیل پیرے میں مرزا قادیانی آنجہانی نے کھل کر اپنے آپ کو انگریز سرکار کا "خود کاشتہ پودا" لکھا ہے۔ امید ہے کہ اب مراسلہ نگار کو مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

"سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار، جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں، اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۲۱)

مزید برآں ملکہ وکٹوریہ جیسی اخلاق باختہ عورت، جس کے تقریباً تین سو آشناؤں کی فہرست چھپ چکی ہے۔ مرزا قادیانی نے اسی ملکہ وکٹوریہ کو حضور عالی، حضرت جناب قیصرۂ ہند دام اقبالہا، عالی شان ملکہ معظمہ ادام اللہ اقبالہا جیسے القاب لکھنے کے بعد ملکہ کے "اخلاق" کو پُر رحمت اخلاق سے تعبیر کیا ہے۔ اور ملکہ کے نام خط میں مرزا قادیانی نے خوشامد اور تملق کی انتہا کر دی ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کو "نور" لکھنے کی بھی جسارت کر ڈالی۔ مرزا کے الفاظ یہ ہیں:

"اے ملکہ معظمہ! تیرے وہ پاک ارادے ہیں جو آسمانی مدد کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور تیری نیک نیتی کی کشش ہے۔ جس سے آسمان رحمت کے ساتھ زمین کی طرف جھکتا جاتا ہے۔ اس لیے تیرے عہدِ سلطنت کے سوا اور کوئی بھی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لئے موزوں ہو۔ سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا۔ کیونکہ نور، نور کو اپنی طرف کھینچتا اور تاریکی،

تاریکی کو کھینچتی ہے"۔ (ستارۂ قیصریہ صفحہ: ۱۴، از مرزا قادیانی)

اور اس سوال کا جواب کہ قادیانی استعمار کے ایجنٹ ہیں، یہ خود مرزا بشیر الدین قادیانی کے اس اعتراف میں موجود ہے کہ:

"پھر یہ خیال کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس قدر راسخ تھا کہ بعض بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے مجھ سے سوال کیا کہ ہم علیحدگی میں آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ آپ کا انگریزی حکومت سے اس قسم کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر سید محمود جو اس وقت کانگریس کے سیکرٹری ہیں۔ ایک دفعہ قادیان آئے اور انہوں نے بتایا کہ پنڈت جواہر لال صاحب جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے سٹیشن سے اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ میں نے اس سفر یورپ سے یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ احمدی جماعت انگریزوں کی نمائندہ اور ان کی ایجنٹ ہے"۔ ("الفضل" قادیان ۶، اگست ۱۹۳۵ء)

مراسلہ نگار نے ایک دینی ادارہ اور کئی شخصیات کی انگریز کی حمایت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا ان حضرات نے انگریز کی شہ پر نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا؟ ہر گز نہیں۔ یہ لعنت تو صرف مرزا قادیانی کے گلے کا طوق بنی اور انہوں نے جیتے جی ذلت و مسکنت کے جوہڑ میں فکری بدکاریوں کی ڈبکیاں لگائیں۔ اور ارد گرد کے تمام ماحول کو گمراہی و ارتداد کی آلودگیوں سے مکدر کر دیا۔ مرزا غلام قادیانی نے مغلظات و دشنام طرازی کا وہ بازار گرم کیا کہ الامان! یہاں تک کہ تمام مسلمانوں کو خنزیر اور مسلمانوں کی عورتوں کو کتیاں تک کہہ دیا۔ (نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۴، صفحہ: ۵۳)

ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر مرثیہ لکھنے پر علامہ اقبال کو تنقید کا ہدف بنا کر اپنے دل کی خوشی کا سامان تو کر لیا گیا مگر اقبالیات سے واقف لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ علامہ اقبال کئی فکری مراحل سے گزرے۔ اگر مراسلہ نگار کا مبلغ علم اس موضوع کا احاطہ کرنے سے خود کو مجبور پائے تو انہیں تحریک کشمیر میں علامہ اقبال کے عمل پر غور کر لینا مناسب ہے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی جسے مفکر احرار چودھری افضل حق نے مرزا بشیر الدین اور قادیانیوں کے عزائم کے پیش نظر "بشیر کمیٹی" لکھا تھا۔ اور اب کے مراسلہ نگار نے خود بھی تسلیم کر لیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں لایا تھا۔ پہلے پہل علامہ اقبال بھی مسلمانانِ کشمیر کی امداد و حمایت کے لئے مذکورہ کمیٹی کے اصل عزائم سے لاعلم ہونے کی وجہ سے کمیٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ لیکن جب علامہ اقبال پر قادیانیوں کی یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ کشمیر کمیٹی کے صدر (مرزا محمود) اور سیکرٹری (عبدالرحیم درد) دونوں وائسرائے اور دیگر اعلیٰ برطانوی حکام کو خفیہ اطلاعات بہم پہنچانے کا "نیک کام" بھی کرتے ہیں" (حرف اقبال صفحہ ۲۰۲، لطیف احمد شیروانی) تو انہوں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا اور مرزا بشیر الدین کو صدارت چھوڑنے پر مجبور کر دینے کے ساتھ ساتھ خود بھی کمیٹی سے استعفیٰ دے ڈالا۔ کیا مراسلہ نگار کو علامہ اقبال کا یہ بیان نظر نہیں آیا کہ:

''ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویّہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانیٔ تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)، مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ ''تمام دنیائے اسلام کافر ہے''۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں، جتنے سکھ ہندوؤں سے، کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے''۔ (اقبال اور احمدیت۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ صفحہ: ۶۴)

سر ظفر اللہ قادیانی، جن کی کشمیر کے لئے ''خدمات'' پر قادیانی بغلیں بجاتے ہیں حالانکہ یہ وہی ذات شریف تھی۔ جس نے ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم کی اس اپیل پر کہ تمام انگریزی خطابات واپس کر دیئے جائیں۔ سرکاری خطاب واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور ایک سوال کے جواب میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ کہا تھا کہ میں ان باتوں کوئی وقعت نہیں دیتا کہ خطاب ملے یا نہ ملے اور اگر خطاب ہو تو چھوڑ دیا جائے یا رکھ لیا جائے۔ (''آتش فشاں'' لاہور ۹ مئی ۱۹۸۰ء) اور یہی وہ شخصیت تھی۔ ''جس نے جنازہ گاہ میں موجود ہونے کے باوجود قائداعظم کا جنازہ بھی نہ پڑھا''۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ ستمبر ۱۹۵۸ء)

یو این او کی قرار دادوں کے مرتب سر ظفر اللہ خان کے متعلق یہ حوالہ پڑھیئے کہ کشمیر کے لئے ان کی خارجہ پالیسی نے کیا گل کھلائے۔

''ہمارے وزیر خارجہ (ظفر اللہ خان) کی خارجہ پالیسی ہر لحاظ سے ناکام ہو چکی ہے۔ اس سے بھارت کی سیاسی اہمیت بڑھ چکی ہے۔ اور اس بلاک نے منہ مانگی قیمت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ (''آفاق لاہور ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء)

امت مسلمہ میں افتراق و انتشار سے لے کر قتل و غارت گری تک اور سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک قادیانیوں کے بھیانک کردار کی داستان تاریخ کے صفحات پر رقم ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی ناکامی ظفر اللہ خان، اقتصادی پالیسی کی تباہی غلام قادیانی کے پوتے ایم۔ ایم احمد اور سائنسی اداروں کی بربادی ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ہی کی مرہون منت ہے۔ اسرائیل میں ''حیفہ'' کے مقام پر قادیانیوں کے ہیڈ کوارٹر کی موجودگی عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے لیے ہمہ وقت خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ قادیانیوں نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ اکھنڈ بھارت ان کا نصب العین ہے اور وہ اس لئے چناب نگر (ربوہ) میں اپنے مُردے بھی قادیان لے جانے کے لیے امانتاً دفن کرتے ہیں۔ پاکستان اللہ کی عطاء کردہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جسے مارِ آستین دشمنوں سے ہر لمحہ بچانے کی ضرورت ہے۔ اور یہی کفرانِ نعمت کا تقاضا بھی ہے۔